

تحسین

تحسین اور تزئین

تزئین

کی ضرورت

وسم بلال ناسی

## ترنمین خط اور تحسین اسلوب

یہ ایک ایسی قرآنی خدمت ہے جسکی آج سخت ضرورت ہے

تحسین۔ یعنی خوش الحانی خوش اسلوبی والی

اور ترنمین۔ گویا خوش خطی خوش سلیقہ والی

قرآن ایک ایسا علمی سمندر ہے، جس سے لاکھوں علمی صدف

نکلنے رہتے ہیں۔ جسکا ایک موتی فن تجوید بھی ہے۔

تجوید کا مطلب یہ ہے کہ آنحضرت ﷺ نے جس طرح قرآن

تلاوت فرمایا اسی انداز سے پڑھنے کی کوشش کی جائے اور انداز تحریر کو

بھی سمجھا جائے۔ اس فن میں ایک باب: ارکان قرات: ہے جسکا مرکزی محور: اسلوب قرات اور رسم عثمانی ہے: جسکی اتنی اہمیت ہے کہ اسکا انکار یا دانستہ بے اعتنائی کفر کے قریب پہنچا دیتی ہے۔ عام طور پر قراء: فن تجوید: کی مہارت کے ساتھ معنی اور مفہوم پر بھی نظر رکھتے ہیں مگر کچھ قاری حضرات صرف فن تجوید کے ماہر ہوتے ہیں۔

جبکہ سامعین بھی ان فنون سے زیادہ آشنا نہیں ہوتے حالانکہ یہ بہت حساس اور نازک فن ہے اسکے پہلے جز: اسلوب قرات: میں ماہرین تجوید سے بھی لغزش کے امکانات ہیں، اور یہی وہ نازک مقام ہے جہاں نیک نیتی کے باوجود معنی و مفہوم کی تبدیلی نقصان دہ ہو جاتی ہے اگر کبھی قاری صاحب نے نادانستگی میں یا قرات کی ترنگ میں:

الرحمن: کے ہمزہ کو ذرا الہرا کر اسطرح پڑھ دیا کہ: ءء الرحمن :

(کیا رحمن ہے) ہو گیا تو یہ ایک اہم اعتقادی مسئلہ بن جائے گا اور

کفر و اسلام کا مسئلہ چھڑ جائے گا (جان بوجھ کر کہنے میں تو یہ: کفریہ الفاظ میں

آجاتا ہے) یا قاری صاب جذبات میں اپنی سریلی آواز کے: سر کو:

:ایاک نعبد: کی تشدید پر، ذرا سا ہلکا کر دیں تو معنی ہی بدل جائیں

گے اور مطلب ہو جائے گا کہ ہم سورج کی ٹکیہ کی عبادت کرتے ہیں

(کیونکہ ایاک کے معنی قرص الشمس کے ہیں، جو کہ صریحاً کفر ہے)

۔ اس طرح کے بیشمار الفاظ ہیں جن کا: کریا کرم: میوزیکل ترنم کے چکر

میں ہی ہو جاتا ہے مثلاً۔ لفظ اعمالکم (تمہارے اعمال) کے حرف

:ما: کی مترنم کھینچ تان معنی بدل دے گی اور یہ لفظ اعمیٰ لکم

(اندھا تمہارے لئے) ہو جائے گا یا فتری (تم دیکھتے ہو) کی

:ف جزائیہ: کو ایک ہی لہر میں پڑھ دیا تو (فتور کے معنی ہو جائیں گے

اور) فتور پیدا ہو جائے گا اس طرح: لَمَعَ: (یقیناً آپ کے ساتھ) کے  
 معنی: وہ چمکا: اور فسقی (چنانچہ اس نے پلایا) فسق  
 (فاسق ہو گیا) میں تبدیل ہو جائیں گے: الحق: کا الحاق بن جائے گا  
 فقسق (سخت ہوا) کے بجائے فقسق (انڈا توڑ کر بچہ نکلا) میں  
 تبدیل ہو جائے گا۔ لکبیر (البتہ بڑا ہے) لك بیر (تمہارے لئے  
 کنواں ہے) ہو جائے گا۔

یہ تو معاملہ نیک نیتی اور سادگی سے قرآن کو مترنم انداز سے تلاوت  
 کرنے کا ہے۔ جبکہ اعداء اسلام تو ایک ایک نقطہ کے فرق سے بے  
 شمار نکلتے خلاف اسلام نکالنے کی کوشش کرتے رہتے ہیں۔ آج سے  
 نہیں بلکہ صدیوں سے یہ عداوت جاری ہے۔ جسکی ایک مثال تو خود  
 قرآن (البقرہ ۱۰۴) میں بطور واقعہ ذکر ہے۔ جب منافقین



آنحضرت ﷺ کی مجلس میں آپ ﷺ کو مخاطب کر کے بطور استہزاء لفظ

راعنا: (جسکے معنی یہ تھے کہ جناب اعلیٰ ہمارے لئے رعایت کر کے

دوبارہ اس بات کو فرمادیجئے اس) کی: ع: کو کھینچ کر اور راعینا کہہ کر

لفظ تبدیل کر دیتے اور اسکو غیر منسوب بنادیتے تھے (کیونکہ راعینا

کے معنی ہوتے ہیں او، احمق، یا، ہمارے چرواہے [معاذ اللہ])

مگر اللہ تعالیٰ انکی بدنیتی کو جانتا تھا اسلئے اس لفظ کو ہی تبدیل کرادیا اور

حکم دیا یا ایہا الذین آمنوا لا تقولوا راعنا

(مومنوں راعنا [کالفظ] مت کہا کرو بلکہ) افظرننا (ہم پر نظر

کرم کیجیے) کہا کرو۔

ایسے حالات میں ہمیں بہت احتیاط کرنی چاہیے اور: لحن ادا: کے اس فنی

باب پر کافی محنت کرنی چاہئے تاکہ قاری یا قرآن کا مذاق نہ اڑ سکے نہ

کوئی غلط مطلب نکلے اور نہ کوئی غلط مطلب نکال سکے۔

تلاوت قرانی میں صوتیاتی احتیاط کے علاوہ قرانی لکھاوٹ بھی ایک بہت بڑا سبکدوش ہے۔ جو کہ ارکانِ قرأت کا ایک اہم جز ہے اس کا انکار اور عدم انکار بھی ایک اعتقادی مسئلہ ہے اس پر صدیوں سے توجہ ہے اور ابھی مزید توجہ کی ضرورت ہے اس کے تحفظ کے علاوہ جدید ترین بھی اس کو درکار ہے۔

میرے نزدیک قرانی رسم الخط (جس کو رسم عثمانی بھی کہا جاتا ہے اس) کو حالاتِ حاضرہ کے تحت جدید: پینچویشن: سے مزین کر کے قرآن کی ایک بہت ضروری اور اہم خدمت کی جاسکتی ہے۔

جبکہ: تدوین قرآن: کی تکمیل ہوگئی ہے مگر: ترین قرآن: یعنی قرانی رسم الخط (یا رسم عثمانی) کی ترین کا دروازہ صدیوں سے کھلا ہوا ہے اور تا قیامت کھلا رہے گا لہذا قرآن میں: پینچویشن: کے فارمولوں کو اپنا کر اگر کچھ علامات لگا دی جائیں تو یہ: جدید ترین: تلاوت قرآن

میں کافی سہولت پیدا کرے گی۔ یہ کوئی خلاف ادب بات بھی نہیں ہے  
 کیونکہ یہ صرف ترمین ہے کوئی تحریف، تنسیخ، تشطیب، یا کسی قسم کی  
 تبدیلی نہیں ہے جو کہ یقیناً گناہ عظیم ہے اور وہ واقعی جائز نہیں ہے  
 کیونکہ: رسم عثمانی: پراجماع امت ہے اور اس پر سب کا ایمان ہے کہ یہ  
 تلاوت قرآن کا اور فن تجوید کا اہم ترین رکن ہے۔

اسکے منکر پر کفر کے فتویٰ کا خطرہ ہے۔ مگر ترمین رسم عثمانی ایک ایسی  
 مستحسن خدمت ہے جس سے قرآن پڑھنے میں مدد ملے گی اور ہر خاص  
 عام کیلئے پڑھنا آسان ہوگا۔ یہ کام ایک صدقہ جاریہ بن جائے گا  
 اس کام کا آغاز اسی وقت سے ہو گیا تھا جب سے: تدوین قرآن: کا  
 آغاز ہوا تھا۔ تدوین قرآن اور ترمین قرآن کی تاریخ پر اگر نظر ڈالی  
 جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ دونوں کام ساتھ ساتھ ہوتے رہے ہیں  
 دونوں کام حضرت ابو بکرؓ کے زمانہ سے شروع ہوئے پھر: خط واحد:



(رسم عثمانی) کی صورت میں مزین اور مدون قرآن بنا جو حضرت عثمانؓ کے ذریعہ آٹھ یا نو نسخے مختلف شہروں میں بھیجا گیا۔ جسکے تین نسخہ اب تک دریافت ہو چکے ہیں ایک نسخہ تو حضرت عثمانؓ کا ذاتی مصحف ہے جسکو مشہور محقق ابو عبید القاسم نے: امام: کا نام دیا تھا اسکو ابن بطوطہ نے بصرہ میں دیکھا اسی کو گورنر قتال الشاشی نے سمرقند کی لائبریری میں رکھوا دیا۔ پھر یہ ۱۹۱۸ میں تاشقند منتقل ہو گیا۔ دوسرا نسخہ مدینہ کے گورنر فخری پاشا پھر طلعت پاشا کی کوششوں سے برلن ہوتا ہوا: استنبول: پہنچا۔ تیسرا نسخہ جو ٹیونس میں ہے اسکی تحقیق ہو رہی ہے۔ (ممکن ہے مصحف عثمانی دنیا میں کہیں اور بھی ہوں)

بہر حال رسم عثمانی کی تزئین کا کام دوسری صدی ہجری سے ہی شروع ہو گیا تھا۔ ابوالاسود الدولی، خلیل احمد فراہیدی نے، اعراب، نقاط اور آیات، پر کام کیا۔ پھر حزب، جز (پارے)، منزل، رکوع، بنتے گئے

رموز اوقاف جاری ہوئے پھر تو رسم قرانی فنون لطیفہ کا اہم جز بن گیا اور  
اسپر اتنا کام ہوا جو بذات خود ایک ریکارڈ ہو گیا۔

ابن بطوطہ کہتا ہے کہ قرانی خطاطی: فنون لطیفہ: کا ایک شاہکار ہے  
بیشمار نسخے (یا سورتیں اور پارے) سونے کے پانی سے یا زری سے یا  
یا قوت کے پانی سے لکھے گئے: خط نستعلیق: خط کوفی: خط دیوانی:  
خط رقاء: اور اسی طرح بیشمار خطوط کی فنکاری سامنے آئی کسی نے  
چاول پر سورۃ یسن لکھی تو کسی نے منقش انگوٹھی پر فنکاری کی سعادت  
حاصل کی باشاہوں سے لیکر پیر فقیر تک سب ہی نے اپنی خطاطی کے  
ہنر دکھائے۔ بہر حال رسم عثمانی کی چودہ سو سالہ تاریخ اتنی طویل اور اتنی  
اہم ہے کہ اسپر کئی کمیشیاں کام کر سکتی ہیں۔ آجکل طباعت قرانی بھی  
بڑی ترقی پذیر ہے۔ رنگین قرآن کی اشاعت تجویدی ضابطوں کی

وضاحت ہے۔ اسی طرح سعودی عرب کی جدید طباعت میں کافی تجویدی اشارے موجود ہیں۔

مثلاً: ہمزہ اصلی: ہمزہ وصلی: کی وضاحت حروف ملغی کی علامت: تنوین مظہرہ اور مخفی: کی دلالت بہت عام فہم ہے۔  
یہ: چودہ سو سالہ تزئین کاری: میری رائے اور پیش کش کو مزید تقویت پہنچاتی ہے۔ میری رائے میں: عام فہم علامات: (punctuation) کے استعمال سے مزید آسانیاں ہو سکتی ہیں۔

برصغیر (کے عوام الناس) میں عام طور پر یہ رواج ہے کہ جہاں سانس ٹوٹ جائے اسکے پچھلے لفظ سے دوبارہ تلاوت شروع کر دی جاتی ہے جس سے کبھی معنی میں تغیر ہو جاتا ہے کبھی مفہوم بدل جاتا ہے کبھی جملہ بے ربط ہو جاتا ہے کبھی تو پورا مسئلہ ہی تبدیل ہو جاتا ہے۔

مثلاً:

واذا خاطبهم الجاهلون قالوا سلماً (الفرقان ۶۴)  
پڑھتے وقت الجاہلون پر سانس توڑ کے دوبارہ اسی لفظ سے شروع  
کیا جائے تو (لفظ الجاہلون جو مخاطب کا فاعل تھا اب قالوا  
سلماً کا مبتدا بن جائے گا اور) معنی ہو جائیں گے کہ جاہل رفع شرکی  
بات کرتے ہیں حالانکہ یہ مطلوب نہیں۔

۳ اسی طرح (سورہ بقرہ میں) فلا جناح علیہ ان يطوف  
بہما میں اگر علیہ پر رک کر پھر علیہ سے (عوامی ضابطہ کے  
مطابق) پڑھا گیا تو مسئلہ ہی بدل جائے گا اور مفہوم ہو جائے گا کہ  
ان نشانیوں (جو زمانہ جاہلیت میں تھیں ان) کا طواف کرنا فرض ہے  
جبکہ اکثر ائمہ اسکے مخالف ہیں۔

یا کوئی ناواقف شخص حتی لا تكون فتنة کے لفظ فتنة پر رک







(۳) لا ریب (فیہ) ہدی للمتقین (البقرہ ۱)

(البقرہ ۱)

یا کسی مقولہ (کیٹیشن) پر نقطتین (کولن) لگا دی جائے تو ابہام ختم ہو جائے گا۔ اور معلوم ہو جائے گا کہ یہ کسی غیر مسلم کا قول ہے جیسے۔

(۱) قالوا: ان الله ثالث ثلثه، (المائدہ ۱۷)

(۲) قالوا: ان الله هو المسيح ابن مريم، (آل عمران)

(۳) قالوا: انما البيع مثل الربوا، (البقرہ)

یا ایسی جگہ ڈیش (-) لگا دیا جائے جہاں (گرامر کے اعتبار سے تو جملہ پورا ہو گیا مگر) مفہوم نامکمل ہو۔ جیسے

(۱) ولہم عذب الیم۔ بما کانوا یکذبون (البقرہ )

(۲) لعنکم تنفکرون ۔ فی الدنیا والآخرہ البقرہ (۲۱۹)

یا کوئی حیرت واستعجاب کا مقام ہو تو : علامت تعجیبہ : لگا دی جائے

(۱) قلن حاش للہ ما ہذا بشر ! (یوسف ۳۱)

(۲) بئس الاسم الفسوق بعد الایمان (الحجرات ۱۱)

یا : سلیش : لگا کر تعداد کی وضاحت کر دی جائے۔ جیسے (۱)

سیقولون ثلثہ / رابعہم کلہم ویقولون / خمسۃ / سادسہم کلہم

ویقولون سبعة / وثمانہم (الکہف ۲۲)

(۲) ما طاب لکم من النساء مثنی / وثلث / وربیع (النساء ۳)

یا استفہامیہ اور سوالیہ جملوں پر سوالیہ نشان لگا دیا جائے۔

اور اس طرح لکھ دیا جائے۔

(۱) الست برکم ؟ (الاعراف ۱۷۲)

(۲) فباى آلاء ربكما تكذبان ؟ (الرحمن)

(۳) افلا تعقلون ؟ افلا تتفكرون ؟ افلا تتدبرون ؟

یا انورٹڈ کوما (inverted comma) لگا دیا جائے

(۱) اطعمهم من جوع، وآمنهم من خوف

(۲) علیہ الحق، ولیتق اللہ ربہ

یا جملہ حالیہ ہو تو اس سے پہلے (،) لگا دیا جائے جیسے

(۱) ان یخرجوا من النار، وما هم بخارجین

(المائدہ ۳۶) یا کسی مفہوم کی تفصیل یا توضیح کے وقت ایک ڈیش

لگا دیا جائے

(عام طور پر عربی میں لفظ اما سے تفصیل کی جاتی ہے مثلاً فاما

الذین فی قلوبہم زیغ الی الا اللہ اسکے بعد

--والراسخون فی العلم)

یا سیمی ڈیش حروف شمسی اور قمری کے فرق کو بتانے کیلئے لگا دیا جائے  
مثلاً القمر میں ال۔ قمر (کیونکہ حروف قمری ہے) اور الشمس بغیر سیمی  
ڈیش کے (کیونکہ یہ حروف شمسی ہے)۔۔۔

یہ چند مختصری مثالیں ہیں۔ گر غور کیا جائے تو پورا قرآن اسی انداز سے  
طبع ہو سکتا ہے۔ واللہ اعلم یہ سعادت کسکو نصیب ہوگی۔

اس انداز کی تزئین صرف قرآن میں ہی نہیں عربی زبان میں بھی حالات  
کے تحت تبدیلی آتی رہی ہے مثلاً عام طور لفظ عمر (زبر والا): عمرو:  
لکھا جاتا تھا تا کہ: و: زبر کی علامت بن جائے۔ مگر اب صرف زبر  
لکھ دیا جاتا ہے۔ اسطر ح اب: الف: کے نیچے: همزہ: لکھ دیا جاتا  
ہے۔ اور افتخار اسطر ح لکھا جاتا ہے۔

یہ سوال بھی کیا جاسکتا ہے کہ قرآن میں تو رموز اوقاف موجود ہیں ان  
علامتوں کے ذریعہ وقف کیا جاسکتا ہے اور آگے پڑھا جاسکتا ہے۔

پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم ان علامتوں کو ختم نہیں کر رہے ہیں ان سے بھی  
 فائدہ اٹھایا جائے ساتھ میں یہ اضافی ترکین بھی مفید ہوگی۔ نیز یہ  
 علامتیں اب عوام الناس سے دور از دور ہوتی جا رہی ہیں اس فن کو سمجھنے  
 سمجھانے کیلئے باقاعدہ وقت درکار ہے پھر خود علامات میں بھی تفصیل  
 ہے مثلاً: ج: کی علامت؛ جائز: کیلئے بھی ہے اور وقف جبرئیل کیلئے  
 بھی ہے پھر وقف جبرئیل میں بھی اختلاف ہے کوئی صرف: سترہ وقف  
 کہتا ہے کوئی: اکیاون: کہتا ہے کوئی: انسٹھ: کہتا ہے۔: قلع: کی  
 علامت کبھی وقف حسن ہوتی ہے کبھی قتیج: صلے: کی علامت کا بھی یہی  
 معاملہ ہے۔ اور ہمارا المیہ یہ ہے کہ ہم اپنی علمی موشگافیوں میں اتنا  
 کھو جاتے ہیں کہ اصل مقصد سے ہم دور ہوں یا نہ ہوں پبلک ضرور  
 دور ہو جاتی ہے جبکہ ہماری سعادت یہ ہے کہ مسلم غیر مسلم قرآن سے  
 قریب سے قریب تر ہو۔



یہ تحریر بوساطت؛ دارالسلام: صرف مشورہ ہی نہیں بلکہ اکابرین کرام  
سے ایک استفسار بھی ہے تاکہ میں نہیں تو کوئی بھی یہ سعادت حاصل  
کر سکے اور خلق خدا مستفیذ ہو سکے۔